عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ/ اکتوبر ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد: نہم

شمارہ: 2

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

تلاوت قرآن

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام، ہدایت ربانی کا آخری پیام الٰہی نوامیس وقوانین، اوامرو احکام کا مجموعہ ہے۔ یہ کتابِ مبین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ، خزینۂ معارف و حقائق، گنجینۂ علوم ودقائق، سراپا ہدایت ورحمت، نورو برکت ہے۔ دلوں کی شفا وجلا، روحوں کی روشنی و پاکی، ذہنوں کی صفائی وتابناکی، عقلوں کی ہشیاری وتابندگی اور انسانوں کی رہنمائی وحق رسی اسی ایک کتاب سے وابستہ اور قائم ہے۔ یہی صحیفۂ آسمانی تا قیامِ قیامت بنی آدم کے جملہ معاش ومعاد کے مسائل ومہمات، مصالح ومفادات کا حامل وکفیل قیم ونگراں ہے۔ جملہ صحفِ الٰہیہ اور علوم انبیائ کا موجز ومعجز، نگہبان ومجموعہ یہی نوشتہ ہے۔

اس کی تلاوت مفتاحِ قلوب، سببِ انشراح صدور، باعثِ نزولِ برکات وہدایت اور افزائشِ نورو سرور وتقویتِ ایمان ویقین ہے۔ اس میں غور وتدبر معرفت ربانی کا ذریعہ، رضا وقرب حقانی کا وسیلہ اور کاشف اسرار وحکم اور رموز ومعارف ہے۔ اس پر عمل وصول الی اللہ کا واحد واقرب طریقہ، انسانیت کی فوز وفلاح، نجات وکامیابی کا تنہا راستہ اور تہذیبِ قلوب وتطہیرِ نفوس کی کامل راہ ہے۔ حق یہ ہے کہ قرآن 'قرآن' ہے اور انسانی تعریف وثنا سے بالا، اپنے حسن وجمال، کمال ویکتائی میں اپنی نظیر آپ۔

ے خود ثنا گفتن زمن ترکِ ثنا است
زیں دلیل ہستی وہستی خطا است[1]

قرآن کریم اپنی علوشان، گوناگوں فضائل وکمالات، جلالت وعظمت کی بناپر اپنے سے کامل استفادہ اور ہدایت یابی کے لئے شرائط کو چاہتا ہے۔ خود قرآن کریم ان شرائط وآداب کا مختلف مقامات پر

---

[1] عارف آلہ آبادی نے کہا ہے

ے داد قرآن کی نہ دو بھائی عمل اس پر کرو
پیشِ خداداد کی حاجت کیا ہے

بیان فرمادیتا ہے۔استقصا مقصود نہیں،تبرکاً ومثالاً آیتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْریٰ لِمَنْ کَانَ لَهُ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ. (ق:۳۷)

ترجمہ:اس میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم) دل سے متوجہ ہوکر بات کی طرف کان ہی لگا دیتا ہو۔

۲) وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ . (اعراف: ۲۰۴)

ترجمہ:اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور چپکے رہو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

۳) هَذَا بَصَائِرُ مِّن رَّبِّکُمْ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ . (اعراف: ۲۰۳)

ترجمہ: یہ دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت و رحمت ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

۴) تَبْصِرَةً وَّ ذِکْریٰ لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْب. (ق:۸)

ترجمہ:جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونیوالے بندے کیلئے۔

۵) وَمَا یَتَذَ کَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبِ. (المومن:۱۳)

ترجمہ:اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر جو رجوع کرتا ہے۔

۶) هٰذَا بَلٰغٌ لِلنَّا سِ .... وَ لِیَذَّ کَّرَ اُولُوا الْاَ لْبَابِ . (ابراهیم: ۵۲)

ترجمہ:یہ (قرآن) لوگوں کیلئے احکام کا پہنچانا ہے......اور تا کہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

۷) هَذَا بَیَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ . (العمران:۱۳۸)

ترجمہ:یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کیلئے اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔

۸) هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس:۵۷)

ترجمہ:اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے (اور ذریعہ ثواب ہے) ایمان والوں کیلئے۔

۹) تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِo هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُحْسِنِیْنَ . (لقمٰن: ۲، ۳)

ترجمہ:یہ آیتیں ایک پر حکمت کتاب کی ہیں جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاروں کیلئے۔

۱۰) اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰباً مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ صلے تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ج ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (زمر:۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دھرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ (یعنی ڈر کر اعمالِ جوارح واعمالِ قلب کوانقیاد وتوجہ سے بجالاتے ہیں۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

۱۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ. (انفال:۲)

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں اُن کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

۱۲) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا ۔ (محمد:۲۴)

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن فہمی اور اس سے اثر پذیری کے مختلف مدارج کے لئے کم از کم مندرجہ ذیل شرائط واوصاف ضروری ہیں[۱]۔

۱۔ ایمان ویقین ۲۔ کامل توجہ سے استماع قرآنی ۳۔ دل کا تیقظ وبیداری ۴۔ انابت
۵۔ حواس کی موجودگی اور حضور کی کیفیت ۶۔ عقل وفہم ۷۔ تقویٰ ۸۔ خشیت
۹۔ نیکوکاری ۱۰۔ تاثر واثر پذیری ۱۱۔ تدبر وغور

---

[۱] یہاں قرآن کریم کے فہم کیلئے ان ظاہری شرائط سے بحث نہیں جن کا بدیہی ہونا ہر فہیم شخص کیلئے مسلمات میں سے ہے مثلاً (۱) عربی زبان ولغت اور اس کے متعلقہ جملہ علوم کا احتواء۔ (۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی مطالب وتفاسیر کا علم۔ (۳) صحابہ وتابعین اور آئمہ تفسیر کے آراء کا علم وغیرہ۔ اصول تفسیر کی کتابوں میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ (اشرف)

قرآن کریم کی تلاوت واستماع میں جس قدر یہ صفات موجود ہوں گی دل متاثر ہوگا، ہدایت کی راہیں کھلیں گی، احکام پر چلنا آسان ہوگا ،قرآن کے انوار و برکات سے سینہ روشن ہوگا، حقائق و معارف قرآنیہ کا فیضان ہوگا، قرآن کی تاثیر رگ و پے میں سرایت کرتی جائیگی اور ظاہر و باطن قرآنی اثرات کوقبول کر کے منقاد اور اوامر قرآنی کا تابع ہوجائے گا۔ رفتہ رفتہ قرآن ہی ہمارے قلب کا نور، ہماری روح کی قوتِ متحرکہ، ہمارے اعمال کا اساسی نکتہ، ہمارے اخلاق کا مرکز اور ہماری زندگی کا محور بن جائے گا۔قرأت وتلاوت اور استماع قرآنی کے حقوق کی ادائیگی ہمیں قرآن کریم سے متخلّق اور اعمال قرآنیہ سے منور بنادے گی کہ یہ 'نور مبین' جتنا سرایت کرتا جائے گا،ہمیں سراپا 'انوار'،حق وباطل کے لئے امتیاز و 'فرقان' اور اپنی استعداد کے بقدر مجموعہ اعمال و اخلاقِ 'قرآن' بناتا چلا جائے گا۔ بقول العارف الرومی

ے　هرجه کاه وجو خورد قربان شود

هرکه نور حق خورد فرقان شود　(الرومی)

اقبال نے 'مومن' کے متعلق اچھا کہا ہے

ے　یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیسا تھا۔آپ نے فرمایا:

کان خلقه القران [1]　　　　آپ کا اخلاق قرآن تھا

قرآن کریم کی فہم اور اس اثر پذیری کیلئے جن شرائط واوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔بنیادی طور پر ایمان کے بعد دوصفات سے ناشی ہیں

(۱) اخلاص　　(۲) احسان

---

[1] الدر المنثور ص ۲، ج۵ بحواله البخاری فی الادب المفرد و النسائی و ابن المنزر و الحاکم و صححه و ابن مردویةو البهیقی فی الدلائل

اخلاص تو جان عمل ہے اور صفتِ احسان کا کمال انسان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و جلالت اور دگر صفاتِ حسنہ کا دھیان واستحضار پیدا کرتا ہے۔ اس استحضارِ صفاتِ الٰہی سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت وکبریائی، محبت وخشیت چھا جاتی ہے اور معرفت وعرفانِ رب کے دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں۔ جس کا منطقی لازمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت ومحبت ہے۔ کہ نفسیات کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ متکلم کی عظمت کے بقدر اس کے کلام کی بڑائی وتاثیر ہوا کرتی ہے۔ پس متکلم ازل جل جلالہ وعم نوالہ کے کلام کی وقعت و قیمت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت وعظمت اور اس کی صفات کی یافت واستحضار کے بقدر و مطابق ہوگی۔ غرض 'صفت احسان' کی حقیقت جب سالک کا حال بن جاتی ہے تو محبوب ازل کا کلام سرمدی اس کی روح کی غذا، اسکے دل کا چین، اس کی آنکھ کا نور بن جاتا ہے۔ اور یہ نور الٰہی بندہ کے رگ و پے کو اپنی تاثیر سے روشن وجاندار کر دیتا ہے۔ قلب وروح کو کلام الٰہی کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہو جاتی ہے۔ اس کی تلاوت وفہم، اس میں تدبر وغور، دل ودماغ کا وظیفہ بن جاتا ہے اور اعضاء وجوارح اس پر عمل کیلئے منقاد وتابع ہو جاتے ہیں۔ تلاوت واستماع قرآنی میں کامل توجہ، دل کا تیقظ و بیداری حواس کا اجتماع، تدبر وتفکیر، انابت وخشیت اور دگر صفات مطلوبہ لازماً وجود میں آنے لگتی ہیں۔ اور صفت احسان اور استحضار صفات ربانی کے گہراؤ اور گیراؤ کے مطابق ان صفات میں عمق ووسعت پیدا ہوتی جاتی ہے [۱]۔

غرض جس طرح ہر عمل میں جان اخلاص و'احسان' سے پڑتی ہے اسی طرح قرآن کریم کے برکات وانوار، تاثیر وہدایت کا کمال بھی اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اخلاص واحسان کی کیفیت کے ساتھ تلاوت کی جائے۔ تلاوت کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب وحضور کا دھیان اس طرح چھایا ہو کہ انہیں ان کی جملہ صفات کے استحضار کے ساتھ حاضر وناظر سمجھا جا رہا ہو اور ان کا کلام ان ہی کو سنایا جا رہا ہو۔ حضرت والا رحمہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

---

[۱] قرآن کریم کی متعدد سورتوں کی ابتدا اللہ تبارک وتعالیٰ کی مختلف صفات کے تذکرہ سے ہوتی ہے۔ شاید صفات کا تذکرہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور منزلِ قرآن کی استحضار صفات کی تازگی وقوت کیلئے ہو دیکھئے سورہ الزمر، المومن، حٰم السجدہ، الشوریٰ، الجاثیہ، الاحقاف وغیرہ۔

”قرآن شریف کی تلاوت اس سکون [۱] اور استحضار سے کی جائے (کہ) اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور آپ ان کو سنا رہے ہیں“۔

ایک صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

”قرآن پاک اس تصور سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تلاوت کو سن رہے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو سماعت فرما رہے ہیں تو ہم کو کس ذوق وشوق سے پڑھنا چاہئے۔ اگر یہ تصور ہو کہ ہمارا محبوب ہماری فریاد کو پاس کھڑا اپنے کانوں سے سن رہا ہے تو اس فریاد کی لے کیسی پر لذت ہو گی۔

ے اس سے بڑھ کر اور کیا میرے لئے انعام ہے
آپ خود سنتے ہیں آکر جو میرا پیغام ہے

کلام الٰہی اپنے تاثیر میں خارجی عوامل کا محتاج نہیں۔ محض اس کی تلاوت کا بھی حق اگر ادا کر دیا جائے تو دلوں کی زندگی بدل جاتی ہے۔ اس لئے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ سالکین کے لئے روزانہ کی تلاوت (جس قدر ہو سکے) ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ مختلف طالبین کے مکتوبات میں اس قسم کی عبارتیں ملتی ہیں:

”حصول ثواب کیلئے تلاوت روزانہ کی عادت الگ ڈالئے اور یہ کہ (باترجمہ قرآن کا) مطالعہ بھی جاری رکھیں“۔

”یہ (تلاوت قرآن کا مشغلہ) بھی ضروری ہے جو مقدار طے کر لی جائے“۔

”ان (مختلف) سورتوں کی اس طرح تلاوت سے بہتر یہ ہے کہ روزانہ نماز صبح کے بعد ایک پارہ قرآن پاک بہ ترتیب پڑھیں“۔

”قرآن پاک کی تلاوت روزانہ کا معمول کیجئے“۔

”قرآن پاک روزانہ پڑھیں...... یہ بھی ضروری ہے مقدار جو طے کر لی جائے [۲] باترجمہ وبا تفسیر قرآن کی غور وفکر کے ساتھ تلاوت کی بھی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی

---

[۱] یہ بات ذہن میں رہے کہ 'سکونِ' قلب وجوارح ہی خشوع کی شرعی حقیقت ہے۔ جس پر نماز کے سلسلے میں گفتگو ہو چکی ہے۔

(حاشیہ [۲] اگلے صفحہ پر)

تفسیر بیان القرآن اور جدید طبقہ کو حضرت مولانا عثمانیؒ کے حواشی پڑھنے کیلئے ارشاد فرماتے تھے۔ایک طالب کو لکھتے ہیں:۔

(تلاوت مع ترجمہ) بہتر ہے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں۔نیت عمل کی ہو۔

ایک دوسرے صاحب کو ارقام فرمایا: ''کیا باترجمہ تلاوت آپ نہیں کرسکتے یہ موثر ہوگا''۔

۲۔ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سیرِ افغانستان میں علامہ اقبال کا تلاوت کے بارے میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔تلاوت کی مناسبت سے اسے نقل کرتا ہوں۔تحریر فرماتے ہیں:

''اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی طالب علمی کے عہد کے ایک قصہ کے اثنا میں اپنے والد مرحوم کا ایک ایسا فقرہ سنایا جس نے میرے دل پر بے حد اثر کیا،فرمایا کہ اپنے وطن سیالکوٹ میں صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ایک صبح کہ نماز کے بعد حسبِ دستور میں تلاوت میں مصروف تھا کہ والد مرحوم ادھر آئے اور دریافت کیا کہ کیا کرتے ہو۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں اس وقت تلاوت کرتا ہوں۔فرمایا جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اترا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوا تھا۔تلاوت کا مزہ نہیں۔ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔فرمایا کہ جب بی۔اے پاس کرلوگے تو بتاؤں گا۔کچھ دنوں کے بعد جب انہوں نے بی اے پاس کرلیا تو اس خوشخبری کے معاوضہ میں اس دن کی گفتگو کا حوالہ دے کر اس مقام کے حصول کی تدبیر پوچھی۔مرحوم نے ان کو کچھ طریقے اور دعائیں تلقین کیں اور نوجوان بیٹے سے عہد لیا کہ وہ ہمیشہ اپنے زبان وقلم سے ملت محمدی کی خدمت بجالاتا رہے گا''۔

(سیر افغانستان،ص ۱۷۹)

اقبال کا ایک شعر بھی اس مضمون کا ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ ۱۸ دسمبر بروزہ ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔بیان عشاء کے بعد ہوگا۔ساتھی اپنے بستر ساتھ لائیں۔

نظام تعلیم کی اہمیت

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

۲۰۰۵ء میں بندہ نے برطانیہ کے ساتھیوں کی دعوت پر تین ہفتے ان کے ساتھ گزارے۔
برمنگھم کے قیام کے دوران مغرب تا عشاء بندہ کا بیان ہوا۔اس کے بعد کچھ حضرات بندہ کے میزبان ڈاکٹر سلیم صاحب کے گھر تک ساتھ آگئے۔ایک تقریباً ۶۵ سال کی عمر کے صاحب نے فرمایا، اگر آپ اجازت دیں تو میں قرآن سنا دوں۔اجازت کے بعد انہوں نے بہت درد سے کچھ آیتوں کی تلاوت کی۔اس کے بعد انہوں نے ایک رجسٹر بتایا جس میں انہوں نے قرآنِ مجید کی آیتیں خوشخطی سے لکھی ہوئی تھیں، ساتھ ترجمہ بھی لکھا ہوا تھا۔فرمایا یہ میرا آج کل مشغلہ ہے۔یہ صاحب بنیادی طور پر پاکستان کے رہنے والے تھے، ریاضی کے ریٹائرڈ پروفیسر تھے اور برطانیہ کے شہری ہو گئے تھے۔انہوں نے عاجزانہ درخواست کی کہ آپ ہمارے گھر تک تشریف لے چلیں۔بندہ نے عرض کیا کہ میرا تو سارا پروگرام میزبان کے حوالے ہے، ان سے بات کریں۔میزبان سے بات ہوئی، انہوں نے کہا کل مغرب کا بیان ان کے قریب ہے وہاں سے ان کے ہاں حاضر ہو جائیں گے۔

دوسرے دن جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ بہت اعلیٰ جگہ پر اچھا نفیس کروڑوں روپے کا مکان ہے جس میں کچن گارڈن یعنی گھر کی سبزیوں کا باغیچہ بھی تھا، ایسے ہی قسما قسم پھولوں اور پھلوں کا باغیچہ، لیکن گھر بالکل خالی صرف اہلیہ وہ بھی پردہ میں تھیں۔انہوں نے چائے بھیجی۔محترم نے اپنے حالات بیان کرنا شروع کئے کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھے۔بیٹا بڑا ہوا، اس نے ایک عیسائی لڑکی سے شادی کر لی اور برطانیہ کے قانون کے مطابق علیٰحدہ ہو کر اپنی زندگی شروع کر دی۔کہنے لگے اُس کا بیٹا پیدا ہوا، ہمیں خوشی ہوئی اور اُس کے گھر اپنے پوتے کو دیکھنے کے لئے پہنچے۔اُس کی گھر والی نے چائے پلائی کچھ دیر بعد کھانے کا وقت تھا۔ہم دونوں بوڑھے بندے، بھوک لگ رہی تھی۔اتنے میں ہماری بہو نے کہا What is your programme? (آپ کا کیا پروگرام ہے؟) ہمیں محسوس ہوا کہ کھانے اور ٹھہرنے کی درک یہاں نہیں ہے۔گھر والی نے کہا کہ مجھے تو بھوک لگی ہے الوداع کہو

تاکہ باہر جاکر ہوٹل میں کھانا کھائیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا اس کے بعد ہم نے تہیہ کرلیا کہ بیٹے کے گھر کبھی نہیں جائیں گے۔ پروفیسر صاحب کی بیٹی کہاں چلی گئی؟ ازرہِ حیا ہم نے یہ سوال کرنا مناسب نہ سمجھا۔ بہرحال پروفیسر صاحب نے پریشان ہوکر کہا کہ غم اس بات کا ہے کہ ہماری موت کا کیا ہوگا؟ اس پر بندہ نے سوچا کہ موت کا بھی اور اس کے بعد مسلمان کی ملکیت یعنی پروفیسر صاحب کی کروڑوں کی جائیداد یا تو حکومتِ برطانیہ کو چلی جائے گی یا اس بیٹے بیٹی کو جو پتہ نہیں مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔ اگر مسلمان نہیں تو پھر تو مسلمان باپ کی جائیداد اُن کی ملکیت ہی نہیں کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ کافر اولاد مسلمان ماں باپ کی جائیداد کی مالک نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب نے پاکستان کے حالات، پاکستان کی کرپشن اور رشوت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ پاکستان بھی رہنے کے قابل نہیں۔ بندہ کو محسوس ہوا کہ اپنے برطانیہ میں رہنے کو حق بجانب (Justify) کرنے کے لئے ان باتوں سے اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہے۔

یہ المیہ سارے مغربی ممالک میں ہے کہ اولاد والدین کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ یا تو مکمل حالتِ کفر میں ہوجاتی ہے یا کفر میں نہ ہو تو وہاں کی شراب، منشیات اور بدکاری کی قباحتوں میں مبتلا ہوجاتی ہے۔

دراصل انسان گوشت، ہڈی چمڑے کا نام نہیں ہے۔ انسان تو اُس فکر، عقیدہ اور سوچ کا نام ہے جو اس کے اندر ہے۔ تھوڑا عرصہ ماں کی گود میں گزارنے کے بعد اردگرد کا معاشرہ، نظامِ تعلیم اور ذرائع ابلاغ (Media) اس کی شخصیت کو بنا یا بگاڑ رہے ہوتے ہیں اور Role and mould کررہے ہوتے ہیں۔ جب آدمی دسویں جماعت تک برطانوی یا کسی بھی غیر مسلم ملک کے نظام تعلیم سے گزر گیا۔ تو اس کی شخصیت تو مکمل بن گئی اور انہوں نے اپنے طرزِ فکر اور اخلاق و عمل کے سانچے میں اس کو ڈھال دیا۔ اگر آپ نے بہت تیر مارا اور بیٹے کو مسجد میں ناظرہ قرآن پڑھا دیا تھا تو اس کو تو وہاں کے نظامِ تعلیم نے دھو کر صاف کردیا۔ اب اس نوجوان کی سوچ اور طرز، ترجیحات اور مشاغل سب برطانوی ہیں۔ وہاں کے مقامی اہلِ علم اور تبلیغ والے حضرات کہتے ہیں کہ ایسے بچوں کو

گھروں سے نہ نکالیں اوران پرمحنت کریں۔ضرور محنت کریں لیکن جب سال دو سال، چار یا پانچ سال کی محنت نے کچھ فائدہ نہ دیا اور آدمی اپنے کفر پر جما رہا تو یہ تو آپ اپنے مال حال سے کفر کو گھر پر پال رہے ہیں۔اب جبکہ اس اولاد نے آپ کے بڑھاپے کا سہارا بھی نہیں بننا اور آپ کو اُٹھا کر اولڈ ایج ہوم (بوڑھوں کے سرکاری گھروں) میں ڈال دینا ہے تو پھر آپ سوچ لیں کہ آپ کس طرف بڑھ رہے ہیں۔انسان کتا بلی تو نہیں ہے کہ سب سے مشکل کام اولاد کو پیدا کرنا، پالنا، پڑھانا اور برسرِ روزگار کرنا ہے۔پھر جب وہ بڑے ہو جائیں تو جس طرح کتے بلی کے بچے اپنی ماں کو کسی گلی کوچے میں سسک سسک کر مرنے کے لئے چھوڑ کر خود چلے جاتے ہیں یہ مغرب زدہ بچے بھی اپنے والدین کو بے سہارا چھوڑ دیں،کیا یہ بات قابلِ قبول ہوسکتی ہے اور کیا ایسا کرنا مبنی بر انصاف ہے؟ اور کیا آدمی اپنے سارے مال حال کو ایسی کافر اولاد کے لئے چھوڑ دے؟

اس پروفیسر صاحب کے بارے میں بندہ نے مقامی ساتھیوں سے کہا کہ ان سے کہیں کہ یہ اپنی جائیداد کسی مسلمانوں کی خدمت کرنے والے ادارے کے لئے وقف کردیں۔لیکن یہ پابندی بندہ نے لگائی کہ اس کے بعد ان دونوں کو بڑھاپے کے عالم میں سنبھالنا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہوگی۔

کافر ممالک میں اولاد کا مسئلہ حل کرنے کے دو نظام بندہ کے سامنے آئے۔ایک تو جنوبی افریقہ میں بندہ نے دیکھا، یہ ملک برطانیہ کے برابر ترقی یافتہ ملک ہے لیکن وہاں کے مسلمانوں نے اپنے سکول قائم کئے ہیں جن میں حکومتی قانون کو پورا کرنے کے لئے باسٹھ تریسٹھ سالہ استانیاں بھی رکھی ہوئی ہیں اور وہ بھی ایسی جو محتاط، متقی اور صالح ہیں۔باقی پورا نظام اسلامی رکھے ہوئے ہیں۔چنانچہ ان کے بچوں کی تربیت ایک مکمل اسلامی نظام میں ہو جاتی ہے۔اسی طرح امریکہ کے بعض ساتھیوں کے حالات سامنے آئے کہ انہوں نے حکومت سے اجازت لے کر میٹرک تک تعلیم اپنے گھروں میں ٹیوٹرز کے ذریعے دینے کا بندوبست کیا ہے اور میٹرک کا امتحان پرائیویٹ دلاتے ہیں۔اس کے بعد ان کو مقامی نظامِ تعلیم میں داخل کرتے ہیں۔اگر ان ممالک کے مسلمانوں نے اپنے تعلیمی نظام کا بندوبست نہ کیا تو ان نقصانات سے بچنے کا اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۲۷)

خیرالقرون کا دور:

فرمایا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ بہترین زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد کا ہے پھر اس کے بعد کا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ حجۃ الوداع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دِین کو مکمل کر دیا اور قیامت تک کے آنے والے حالات، قیامت تک کی آنے والی ضروریات سب کا حل دِین کی روشنی میں بتا دیا گیا۔ ارشاد ہوا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اگر کوئی اس کا یہ مطلب لے کہ صرف قرآن پاک کی شکل میں دِین مکمل ہو گیا لہٰذا جو بات قرآن پاک میں ہے وہ تو دِین ہے اور جو قرآن میں نہیں ہے وہ دِین نہیں ہے تو یہ مطلب صحیح نہیں ہے۔ یقیناً قرآن پاک کی شکل میں دِین مکمل ہو گیا لیکن اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک گنجائش چھوڑی چنانچہ فرمایا گیا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (النحل۔۴۴)

ترجمہ: ''اور آپؐ پر بھی یہ قرآن اُتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپؐ ان پر ظاہر کر دیں اور تا کہ وہ (اُن میں) فکر کیا کریں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں تشریح کا اختیار حضور ﷺ کو دیا گیا ہے۔ تو لہٰذا دِین کی تکمیل قرآن پاک کی تشریح بصورت حدیث ہو کر ہے۔ حدیث کی تشریح جب ساتھ شامل ہو جائے گی تو تب اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ہوگا۔ لہٰذا فرمایا گیا لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ ﴿تا کہ تُو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُتری ان کے واسطے﴾ یعنی قرآن پاک کی تُو جو تشریح کرے اور وہ تشریح حدیث کی شکل میں ان کے پاس ہو۔ تو یہ دوسری شق آ گئی شریعت کی، قرآن کے بعد حدیث۔ اس پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا اور فرمایا وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ تا کہ یہ بھی غور و فکر کریں، آپ ﷺ کی تشریح کے بعد بھی غور و فکر کی گنجائش چھوڑی گئی ہے وہ آپ ﷺ کے بعد کے لوگ کریں گے۔ لہٰذا مسلمانوں کی اٹھانوے فیصد آبادی اہلِ سنت والجماعت ہیں، چار اماموں کو ماننے والے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ہے کہ آپ ﷺ کی باتوں پر آپ ﷺ کی تشریح کے بعد سب سے پہلا غور و فکر کا حق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملا ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے براہ راست شاگرد تھے، آپ ﷺ سے براہ راست تشریح کو سنے ہوئے تھے اور اس تشریح کے لیے جو آپ ﷺ نے عملی کام کیے ہوئے ہیں وہ ان کے سامنے تھے لہٰذا سب سے پہلا تشریح کا حق صحابہ کرامؓ کا ہے۔ اس لئے جیسے قرآن ہے، حدیث ہے ایک تیسری چیز ہے،

شریعت میں اس کو کہتے ہیں آثار۔ آثار کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کے اقوال کو اوران کے بیانات کو۔ تو آثار کی حیثیت بھی سنت کی ہے جس طرح حدیث کی حیثیت سنت کی ہے اس طرح آثار کی حیثیت بھی سنت کی ہے۔ اب جو حدیث شریف ہے:

خَیرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''بہترین زمانہ میرا ہے پھران لوگوں کا جو اس سے متصل ہے پھران لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔''

یہ حدیث اس کا تعین کر رہی ہے کہ تشریح کا اختیار آپ ﷺ کے بعد کن کو ہے۔ اس میں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے ''بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ'' آپ ﷺ کا زمانہ کونسا ہے؟...... جس وقت تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے براہ راست شاگرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین زندہ تھے، یہ خَیرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ آپ ﷺ کا زمانہ ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں ۱۰۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تو قَرْنِیْ یہ حضور ﷺ کا زمانہ ہے۔ علمائے کرام نے عجیب بحثیں کی ہوئی ہیں، کہتے ہیں قرنی میں چار خلفائے راشدین کا بھی تذکرہ آ گیا ہے، وہ ایسے کہ ہر لفظ میں ایک ایک خلیفہ کے نام کا آخری لفظ موجود ہے۔ قرنی میں صدیقؓ کا 'ق' ہے، اور عمرؓ کی 'ر' ہے، عثمانؓ کا 'ن' ہے اور علیؓ کی 'ی' ہے۔ اس کے بعد تابعین کا زمانہ ہے جس میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی شاگردی اختیار کی یہ تابعین ہیں ﴿ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ﴾ پھر اس کے بعد کا دور، اس کے بعد کا دور تبع تابعین کا دور ہے، جنھوں نے تابعین کو دیکھا۔ بس یہ تین خیر القرون تھے اس کے بعد کے ادوار کو خیر القرون نہیں کہا گیا، پھر اچھے لوگ اور شخصیات تو آئی ہیں لیکن پورا دور خیر والا نہیں ہوا ہے۔ یہ صرف صحابہ کرامؓ و حضور ﷺ کا دور ہے جو کہ مشتمل ہے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور پر، پھر تابعین کا دور ہے جس میں علاوہ اور تابعین کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ پھر اس کے بعد تبع تابعین کا دور ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں۔

تو خیر القرون وہ دور تھا جس دور میں کوئی بادشاہ، کوئی فرمانروا، کوئی اسلحہ، کوئی پھانسی کی سزا، کوئی کوڑوں کی سزا علمائے کرام کو متاثر نہیں کر سکی کہ وہ شریعت کو بدلیں۔

قرآن و حدیث کی حکمت اور دانش وری:

فرمایا کہ ایک جگہ سے ایک ڈاکٹر صاحب آیا باتیں کرنے لگا دو چار باتوں کے بعد اس کا حلق رُندھا، بات اس کی اٹکی اور الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ اس نے کہا دیکھیں جی! میں سپیشلسٹ ڈاکٹر ہوں، میں نے اپنے خاندان میں سے شادی کی، بیوی بھی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ پانچ چھ سال گزرے اب بالکل نافرمان ہے، میں کہتا ہوں مشرق تو مغرب کو چلی جاتی ہے، میں اس کو کہتا ہوں الف تو وہ نون پر آجاتی ہے۔ اب پارٹ ٹو (ایف سی پی ایس) کر کے میں کہتا ہوں میرے ہسپتال میں رہو جہاں میں ہوں، وہ اس کو چھوڑ کر دُور دراز چلی گئی۔ اس نے کہا صوم وصلاۃ کی پابند ہے تلاوت کرنے والی ہے، دِیندار عورت ہے۔ میں اس پر مراقب ہوا اور غور کیا اور کہا کہ آپ کے خاندان میں عورتوں میں نفسیاتی بیماریاں تو نہیں ہیں؟ اس نے کہا ان کے خاندان میں مینیا (Mania) ہے۔

Mania ایک بیماری ہے شدت پسندی کی، آدمی کے انتہائی شدت کے جذبات ہوتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کے بچے کتنے ہیں؟ اس نے کہا بچے تو ہمارے نہیں ہیں۔ میں نے کہا بچے کیوں نہیں ہوئے؟ اس نے کہا کہ جب شادی ہوئی تو یہ پڑھ رہی تھی تو تین سال پڑھائی کے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا ہے، ایک سال ہاؤس جاب کا کیا ہے، پھر اس کو ایف۔ سی۔ پی۔ ایس کا شوق ہوا۔ چھ سال ہم نے اولاد نہ پیدا کرنے کی ترتیب کو اختیار کیا ہے۔ او ہو میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مسئلہ بھی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مسئلہ کیا ہے اور مسئلے کا حل کیا ہے۔ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ کو قول سنا دیں جو انہوں نے ازدواجی زندگی کے متعلق فرمایا **لزوم مهر سرور شهر هموم دهر و کسور ظهر** (یعنی شادی کیا ہے؟ مہر کا لازم ہونا، ایک مہینے کا لطف، پھر سارے زمانے کے غم اور اُسکے بعد کمر کا ٹوٹ جانا) تو سرُور وغیرہ تو تھوڑے وقت کا ہوتا ہے جو ہارمونل جوش ہوتا ہے وہ تو ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ بلا چاں چاں کرتی ہے اور ہنگامہ اور شور کرتی ہے تو نہ اس کے ہونٹوں کی سُرخی کا آدمی کو پتہ ہوتا ہے اور نہ گالوں کی سفیدی کا پتہ ہوتا ہے اور نہ اس کی خوشبو کا پتہ ہوتا ہے، وہ ساری چیزیں اس بد اخلاقی، بدزبانی میں گم ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا برخوردار! شروع کے مہینہ دو مہینے تین مہینے لطف کے نتیجے میں پھر ایک مزید بانڈ بنتا ہے خاوند بیوی کے درمیان سیکس کے جذبے کے تحت جسے اولاد کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیٹے اور بیٹی کی

شکل میں پھول، غنچے اور گلدستے دیتا ہے کہ ایسا دل لگا ہوتا ہے ان کے ساتھ کہ پوچھئے نہیں۔

ایک بڑے مالدار خاندان میں خاوند بیوی کی لڑائی ہوئی۔ ساس، بیٹی، داماد اور سارے بچے ہمارے گھر آ گئے۔ یہاں آ کر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہوتے ہیں ہمارے گھر پر قبضہ ہوتا ہے۔ میں آیا۔ چھوٹا بچہ ساس نے اُٹھایا ہوا ہے اور خاوند بیوی منہ اِدھر اُدھر کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک کی میں نے سنی دوسرے کی سنی، ایک کو سنائیں دوسرے کو سنائیں۔ اتنے میں بچہ رویا خاوند کو میں نے کہا Look this child is having a question. (یہ بچہ ایک سوال کر رہا ہے) اس کی ماں بھی رو رہی تھی بچہ بھی رویا، میں نے کہا اس بچے کے پاس ایک سوال ہے خان صاحب! یہ کہہ رہا ہے میری ماں کیوں رو رہی ہے؟ جب یہ میں نے بات کی تو خان صاحب کا سر جھک گیا، ساری تلخی ختم ہو گئی اور طبیعت اس کی نرم پڑ گئی۔

میں نے کہا ڈاکٹر صاحب: وہ یہ بانڈ ہوتا ہے، وہ بانڈ آپ نے نہیں بنایا۔ چھ سال آپ نے سیکس کی ترتیب کو محض ضائع کر لیا لہٰذا اب تو آپ کے درمیان کشش کا کوئی بانڈ اولاد کی شکل میں ہے ہی نہیں۔ This is the wisdom of the Quran and the Hadith. (یہ قرآن و حدیث کی حکمت اور دانش وری ہے)۔ Wisdom of supreme court نہیں ہے۔ The wisdom is not lying in your supreme court.The wisdom lies over here in these simple discussions and simple words. یہ حکمت سپریم کورٹ میں آپ کو نہیں ملے گی، یہ یہاں کے سادہ الفاظ اور سادہ بحثوں میں آپ کو ملے گی۔

؎ غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ

حق کی خصوصیت اور باطل کی علامت:

فرمایا کہ جس وقت غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا نبوت کا تو اس زمانے میں ایک دوسرے

آدمی عبدالطیف تیماپوری نے بھی دعویٰ کیا۔ دو آدمی خریدے گئے تھے، آدھے ہندوستان یعنی پنجاب، یو۔ پی، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے لیے غلام احمد قادیانی کو خریدا گیا۔ جبکہ بنگال، بہار اور اس طرف کا جو علاقہ تھا اس کے لیے عبدالطیف تیماپوری کو خریدا گیا تھا۔ اس علاقے کے لوگ بڑے ہوشیار سمجھدار تھے انھوں نے اس کا گھیراؤ کیا اور گھیراؤ کرنے کے بعد کہا کہ باہر نکلے تو اسی جگہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ تو اس نے کہا مجھ پر نئی وحی آئی ہے۔ کیا وحی آئی ہے؟ کہا یا ایھا النبیؐ تیماپور میں رہیو، اے نبی تیماپور سے باہر نہ نکلو، مجھے بس یہ وحی آ گئی ہے۔ خیر وہ دھرنا مار کر بیٹھے ہوئے تھے، آخر جوں باہر نکلا تو اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کی روشنی میں پھر انگریزوں نے غلام احمد قادیانی کے لیے پوری منصوبہ بندی کر کے اس کی حفاظت کے سارے کام مکمل کر کے پھر اس کو میدان میں چھوڑا ہے تاکہ اس کے ساتھ بھی وہی رویہ نہ ہو۔ دعویٰ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ بحث تو بہت آسان چیز ہے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

گاؤں کے ایک لڑکے نے اعلان کیا کہ گاؤں کا جو پہاڑ ہے اس کو جمعے کے دن میں اُٹھاؤں گا۔ صبح سورج نکلنے کے وقت ساری بستی والے جمع ہو جائیں۔ سارے جب جمع ہو گئے تو اس نے چادر اُٹھا کر کندھے پر رکھی اور کہا کہ جتنے آئے ہوئے ہو سارے پہاڑ کو اُٹھا کر میرے کندھے پر رکھ دو پھر دیکھو کہ میں اُٹھاتا ہوں کہ نہیں اُٹھاتا۔ اب قیامت تک انھوں نے اُٹھا نہیں سکنا تو کندھے پر کون رکھے۔ تو بحث تو ایسی چیز ہے۔ حق کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ منطقی حدُود اور تاریخی خطوط کے اندر بیان ہوتا ہے۔ اور باطل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کو منطقی دلائل کے آگے لایا جائے اور تاریخی حقائق کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ لاجواب ہو جاتا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی اٹلی گئے ہوئے ہیں انھوں نے مجھے ای۔ میل بھیجا کہ تم جو وہاں کہتے تھے کہ باطل حق کے دلائل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا .....سچ ہے۔ کہتے ہیں اٹلی کا ویٹی کن سٹی جو پاپائے روم اور کیتھولک رومنز کا بہت بڑا مرکز ہے، یہاں آکر ہم نے معلوم کیا کہ ہماری طرح اَن پڑھ آدمی کے سامنے یہ دلائل نہیں دے سکتے، لاجواب ہو جاتے ہیں تو ہمارے اہلِ علم کے آگے ان کا کیا حال ہوگا؟

☆☆☆☆☆☆☆

البنیان المشید سے منتخب اقتباسات

(سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس سرہٗ)

رعایتِ حدود کی تاکید:

بزرگو! حدود و مراتب کا لحاظ رکھو، غلو سے بچو (یعنی کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ)۔ ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو۔ نوعِ انسان میں سب سے بزرگتر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام ہیں اور انبیاء میں سب سے افضل واشرف ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپ ؐ کی آل واصحاب ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں پھر تبع تابعین ہیں جو خیر القرون میں تھے۔ یہ تو (مراتب کا) اجمالی بیان تھا۔ تفصیل وتعین کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کے لئے نصِ شریعت کا اتباع کرو۔ خبردار اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا، جو لوگ برباد ہوئے اپنی رائے ہی سے برباد ہوئے۔ اس دنیا میں کسی کی (ذاتی) [۱] رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اپنی رائے سے مباحات میں فیصلہ کرو، فضائل میں رائے کو دخل نہ دو۔ اگر کسی معاملہ میں باہم نزاع ہونے لگے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کی طرف رجوع کرو۔ اولیاء کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے بچو۔ گو اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں مگر اس کی معرفت بجز خدا کے یا اس کے برگزیدہ رسول ﷺ کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعوے کو چھوڑ کر اس جماعت (اولیاء) کی تائید کرو۔ (بزرگوں کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک کو دوسرے سے افضل بتلاؤ کیونکہ اس میں درپردہ یہ دعویٰ ہے کہ تم ان اولیاء سے بھی بڑھے ہوئے ہو۔ اگر تم اپنے کو ان سے کمتر سمجھتے تو ان کے درجات ومراتب کا فیصلہ نہ کرتے کیونکہ دو شخصوں کے درجات کا فیصلہ وہی کرسکتا ہے جو دونوں سے بڑھا ہو)۔

آدابِ ظاھری کی تاکید:

صوفیہ (باطنی آداب کے ساتھ) ظاہری آداب [۲] کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں۔ ان کا

---

[۱] اس سے ائمہ مجتہدین کا قیاس خارج ہے کیونکہ وہ ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ قواعدِ شرعیہ پر مبنی ہے جس کی اجازت خود حدیثوں میں اور قرآن کی آیتوں میں موجود ہے۔

(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

قول ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں ادبِ ظاہری کی عمدگی ادبِ باطنی کی علامت ہے۔ نیز ان کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اس پر باطنی آداب کے بارہ میں اطمینان واعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اقوال وافعال واحوال واخلاق کے آداب سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں منحصر ہیں۔ (تمام اقوال وافعال واحوال واخلاق کا ادب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال سے ملتے جلتے ہوں۔ صوفی کے (ظاہری) آداب ہی سے اس کے مقام کا پتہ لگتا ہے۔ تم اس کے اقوال وافعال واحوال واخلاق کو شریعت کے ترازو میں وزن کرو، اس وقت تم کو اس کے وزن کا بھاری یا ہلکا ہونا معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق (اخلاق) قرآن تھا۔ (یعنی آپ ﷺ کے اخلاق و عاداتِ مبارکہ قرآن کے مطابق تھے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کتاب میں کسی بات کو نہیں چھوڑا (پس جو شخص حضور ﷺ کے اخلاقِ کریمہ معلوم کرنا چاہے وہ قرآن کا مطالعہ کرے اور اس کے موافق عمل کرنا شروع کرے)۔ جو شخص آدابِ ظاہری کا التزام کرتا اور ان کی پابندی کرتا ہے وہ صوفیہ کی جماعت میں داخل ہے ان ہی میں اس کا شمار ہوگا۔ اور جو آدابِ ظاہری کا پابند نہیں وہ صوفیوں سے الگ (اور اجنبی) ہے۔ اس کی حالت اس جماعت پر مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ ہم جنس ہونے کی (علامت اور) دلیل یہی ہے کہ اپنے ہم جنسوں کا طریقہ اختیار کرے بلکہ اس جماعت میں شامل ہونے کی شرط یہی ہے۔ رویمؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف سارا کا سارا ادب ہی تو ہے (تو جو شخص ادب سے خالی ہے وہ تصوف سے دور ہے)۔ اور یہ ادب جس کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد شرعی ادب ہے (کہ رفتار و گفتار، اعمال واحوال و اخلاق سب شریعت کے موافق ہوں)۔

شریعت کا وجود طریقت سے الگ اور طریقت کا وجود شریعت سے الگ نہیں ہو سکتا:

تم ایسا مت کہو جیسا بعض (جاہل) صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہلِ باطن ہیں اور وہ اہلِ ظاہر

۲؎ یہاں سے ان لوگوں کا حال معلوم ہو گیا جو ظاہری شریعت کے خلاف عمل کرتے ہیں اور تصوف کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کو تصوف کی ہوا بھی نہیں لگی۔

ہیں۔(یہ بات غلط ہے کیونکہ) یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے۔اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف ہے (یعنی اس کا محافظ ہے)۔اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہوسکتا کیونکہ دل تو بغیر جسم کے موجود نہیں ہوسکتا بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل خراب ہو جائے گا اور دل بدن کا نور ہے۔(اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مردہ اور تاریک ہوگا اس لئے ظاہر باطن کا محتاج ہے اور باطن ظاہر کا۔

یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علمِ باطن رکھا ہے، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور پہلے علم (یعنی علمِ ظاہر) کی حقیقت عمل بالارکان وتصدیق بالجنان ہے (یعنی ظاہر بدن سے ارکانِ اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید و رسالت و فرائض و عقائد کی تصدیق کرنا)۔اب بتلاؤ اگر تنہا تمہارا دل حسنِ نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہوگیا مگر (اس کے ساتھ) تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، سخت سست باتیں بھی کیں تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور اسی طرح اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، عفت بھی اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا (صدقہ بھی دیا)، تواضع بھی اختیار کی مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے (یعنی تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کئے بلکہ مخلوق کو دکھلانے اور بزرگ بننے کے لئے کئے ہیں) تو اس عمل سے کیا نفع؟ (غرض نہ ظاہر بدون (بغیر) اصلاحِ باطن کے مفید ہے، نہ باطن بدون اصلاحِ ظاہر کے)۔

جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف (محافظ) ہے، دونوں میں کچھ جدائی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے، کسی کو بھی دوسرے سے استغنا نہیں تو اب تم یوں کہو گے کہ ہم اہلِ ظاہر ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہلِ باطن بھی ہیں۔جب تم یوں کہو گے ہم ظاہرِ شریعت (پر چلنے) والے ہیں تو باطن اور حقیقت کو بھی تم نے ساتھ ساتھ ذکر کر دیا کیونکہ صوفیہ کی وہ باطنی حالت[1] کونسی ہے جس کے حاصل کرنے کا ظاہرِ شریعت نے حکم نہیں دیا؟ اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے

---

[1] مقصود وہ باطنی حالت ہے جو طریقت میں مطلوب ہے یعنی مقامات مثل زہد و ورع، خشیت و محبت، تسلیم و رضا و توکل و تواضع وغیرہ۔رہ گئے احوال و کیفیات سو وہ مطلوب نہیں، نہ وہ کسی کے اختیار میں ہیں۔احوال و مواجید کسی صوفی کو حاصل ہوتے ہیں کسی کو نہیں ہوتے اور اہلِ طریق کا ان کے مطلوب نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

جس کے باطن کو درست کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا؟ پس ظاہر و باطن میں جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے۔ علماء اور فقہاء کے حقوق سے بے پروائی نہ برتو کہ یہ جہل اور حماقت ہے۔

وقت اور قلب کی حفاظت کرو:

اپنے قلوب اور اوقات کی نگہداشت کرو کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب۔ اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا اور دل (کی جمعیت) کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے۔ اور (وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے، اللہ کی یاد اور اطاعت و عبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے)۔ خوب سمجھ لو کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں۔

تورات میں لکھا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک نوحہ[۱] کرنے والا رہتا ہے جو اس کی حالت پر نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے اور منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے جو ہر وقت گاتا بجاتا رہتا ہے، عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جو کسی وقت اس کو خوش نہیں ہونے دیتی اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

اخلاقِ رذیلہ سے بچنے کی تاکید:

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار ان میں سے کسی کو اپنے اندر جگہ نہ دینا کیونکہ یہ زہرِ قاتل ہیں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں جن میں سے ایک حسد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے، اور دوسرا کبر ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے، اور تیسرے جھوٹ ہے جس کی حقیقت خلافِ واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو اور چوتھے غیبت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب پیٹھ پیچھے بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے اور پانچویں

---

[۱] یعنی مومن کے دل میں ایمان کی برکت سے ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو فکرِ آخرت کی طرف راغب کرتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور جتنا وقت ذکر و عبادت سے خالی گزرتا ہے اس پر افسوس و حسرت ظاہر کرتی رہتی ہے اور کافر و منافق کے دل میں کفر کی نحوست سے ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو دنیا کی باتوں میں مست رکھتی ہے فکرِ آخرت کو پاس نہیں آنے دیتی۔

حرص ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے، اور چھٹے غضب (غصہ) ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادے سے، اور ساتویں ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں، اور آٹھویں ظلم ہے جس کی حقیقت یہ کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اُس کی ہر خواہش میں، (کہ جو دل میں آیا کر گزرا، چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان)۔

خوف اور امید ساتھ رکھنے کی تاکید:

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو، خوف (کی حقیقت) یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیشِ نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے (کو یاد کرنے) سے دل میں سکون و راحت پیدا ہو، ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی حقیقت یہ ہے کہ حالتِ مذمومہ (بری عادت و خصلت) کو حالتِ محمودہ (اچھی عادت وخصلت) سے بدلا جائے۔

آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں:

جو شخص ایسے آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اُس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے، جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اُس میں تکبر اور سنگدلی بڑھا دیں گے، جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص، جو فقراء کے پاس بیٹھے گا اسمیں تقدیر پر رضا، جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو لعب (کھیل کود کا شوق)، اور جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے اور جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں طاعت کی رغبت اور جو اہلِ علم کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے، اور جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ (کی رغبت) اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے۔

نیز وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت دین و دنیا و آخرت کی ترقی (کا سبب) ہے اور بے وقوف کی صحبت (سے) دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔
بزرگو! تین شخصوں کے لئے شفاعت ہے (یعنی ان کو دوسروں کی شفاعت کا حق دی جائے گا) عالم اور

خادم[1] اور صبر کرنے والا فقیر۔

حفاظتِ لسان کی تاکید:

اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں میں ملوث کرنے سے پاک رکھ، تاکہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کے مقدس دربار میں یعنی آسمانی عرش کے دربار میں، جس کو اللہ تعالیٰ نے طلب کی جہت بنایا ہے جیسا کعبہ کو عبادت کی جہت بنایا ہے، پہنچایا جاسکے۔ **الیہ یصعد الکلم الطیب** اللہ (کے دربار) کی طرف پاکیزہ بات ہی پہنچتی ہے یعنی اس جہت کی طرف، جس کی جانب خدا نے اپنی مخلوق کی ہمتیں (اور ارادے) پھیر[2] دئے ہیں، اس مقام کی طرف جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے۔ (پس اپنے کلام کو ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس دربار میں پیش ہونے کے قابل ہو) تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا حکم اور لطف کرم اوپر سے آوے۔ پھر تم اس کے سامنے سے جھک جاؤ، اپنے کو حقیر اور پست سمجھو، اسرارِ قرآنیہ اس مطلب کے بیان کرنے میں بہت واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **و فی السمآء رزقکم و ما توعدون** آسمان ہی میں تمہاری رزق بھی ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی جنت وغیرہ)۔ نیز ارشاد ہے **و من یتق اللّٰہ یجعلہ مخرجاً و یرزقہٗ من حیث لا یحتسب** جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ہر پریشانی سے) نکلنے کا راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ پہلی آیت میں رزق کو آسمان میں فرمایا جو انسان کے فطری خیال کے مطابق ہے اور دوسری آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ آسمان سے رزق دیں گے بلکہ یہ فرمایا کہ ایسی جگہ سے دیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ یہ حقیقت کے موافق ہے مطلب یہ ہے کہ متقی کو ہم اپنے پاس سے رزق دیں گے اور ہم تک کسی کا وہم و گمان نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] غالباً خادم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدمتِ خلق کا بہت خیال تھا خواہ مال سے یا جان سے یا بات سے۔

[2] فطری امر ہے کہ انسان خدا کی طرف جب متوجہ تو اس کا دل بلندی کی طرف چلتا ہے۔ خدا کے قہر و لطف کو بھی اوپر سے آنے والا سمجھتا ہے اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت و ارادہ کو آسمان و عرش کی طرف پھیر دیا ہے۔ ہر انسان کو جب خدا کا دھیان آتا ہے تو دل اوپر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ باقی عقلاً و شرعاً اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہے۔ وہ تو وراء الوراء، ثم وراء، الوراء ہے اور عرشِ عظیم خدا کی جگہ نہیں ہے صرف نزولِ احکام و ظہورِ تجلیات کا مقام ہے۔

(ڈاکٹر محمد طارق کا انتخاب)

حبطِ اعمال (آخری قسط)

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

۳۰۔ حبط اعمال کا تیسواں سبب کسی انسان کے بارے میں عدم مغفرت کا حکم لگانا:

عن جندب رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ علیہ و سلم قال رجل و اللّٰہِ لا یغفر اللّٰـہ لِفُلا نٍ فَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ ذَاالَّذِیْ یَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَنْ لا اَغْفِرَ لَہٗ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ وَ اَحْبَطْتُّ عَمَلَکَ .

ترجمہ: حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک آدمی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے بارے میں قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا۔ تحقیق میں نے اس (گنہگار بندے) کی مغفرت کردی اور تیرے عمل کو برباد کردیا۔

(ریاض الصالحین، ص ۴۶۸، بحوالہ مسلم شریف)

۳۱۔ حبط اعمال کا اکتیسواں سبب نجومی کی تصدیق کرنا:

عَنْ صَفِیَّۃَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَیْدٍ رضی اللّٰہ عنھمااَنَّ رسول اللّٰہ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَ لَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَہٗ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلَاۃُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا .

ترجمہ: حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے پھر اس کی بات پر یقین کرے تو چالیس دِن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۲۰، ۳۲۱، بحوالہ ترغیب)

۳۲۔ حبط اعمال کا بتیسواں سبب چھپ چھپ کر بدکاریاں کرنا:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاُ عَلِّمَنَّ اَقْواماً مِنْ اُمَّتِیْ یَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِحَسَنَاتٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ تِھَامَۃَ بِیْضاً فَیَجْعَلُھَا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ھَبَاءً منثوراً .

ترجمہ: میں اپنی امت میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو روز قیامت تہامہ کے پہاڑوں کے برابر چمکتی ہوئی نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے پراگندہ غبار کی طرح اڑا دیں گے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم کو ان کی علامتیں بتا دیجئے اور واضح کر دیجئے تا کہ ہم بے خبری میں ان جیسے نہ ہو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَمَا اِنَّھُمْ اِخْوَانُکُمْ وَ مِنْ جِلْدَتِکُمْ وَ یَاخُذُوْنَ مِنَ الَّیْلِ کَمَا تَاخُذُوْنَ وَلٰکِنَّھُمْ اَقْوام" اِذَاخَلَوْبِمَحَارِمِ اللّٰہِ اِنْتَھِکُوْھَا.

ترجمہ: "سنو! وہ تمہارے بھائی ہوں گے، تمہارے کنبے اور قبیلے کے ہوں گے، جیسے تم راتوں کو عبادت کرتے ہو وہ بھی عبادت کریں گے، لیکن یہ لوگ جب تنہائی میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کرنے لگیں گے"۔

(بربادی اعمال کے اسباب قرآن وسنت کی روشنی میں، ص ۴۱، از عبدالعلیم نورالعین السّلفی۔

ترجمہ وتفہیم: مبطلات الاعمال فی ضوء القرآن الکریم و السنة الصحیحة المطھرة ،تالیف فضیلة الشیخ سلیم بن عیدا لھلالی)

۳۳۔ حبط اعمال کا تینتیسواں سبب مشرکین کے ساتھ (دارالحرب) میں سکونت اختیار کرنا:

حضرت بہز بن حکیمؒ اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپؐ کے پاس آنے سے پہلے میں نے دسیوں بار قسم کھائی ہے کہ نہ تو آپ کے پاس آؤں گا اور نہ ہی آپ کا دین قبول کروں گا، لیکن اب میں ایسا آدمی ہو چکا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی چیزوں کو ہی یاد رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کون سی چیز دے کر بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام" پھر پوچھا: اسلام کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہ تم کہو، میں نے اپنے چہرے کو اللہ کے سامنے جھکا دیا اور تمام معبودان باطلہ سے لاتعلق ہو گیا، اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے محترم ہے، سب بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کے اسلام لانے کے بعد اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ مشرکین کو چھوڑ کر دارالسلام کی طرف ہجرت کر آئے۔ (بربادی اعمال کے اسباب، ص ۴۳۔۴۴، بحوالہ سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب من سال بوجہ اللہ، حدیث نمبر ۲۵۶۷)

تفسیرِ عثمانی میں سورۂ نساء کی آیات نمبر ۹۷، ۹۸ اور ۹۹ کی تفسیر میں لکھا ہے:

فائدہ: اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں کھلا نہ رہ سکے (کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہ کر سکیں نہ حکمِ جہاد کی کھل کر تعمیل کر سکیں) وہاں سے ہجرت فرض ہے اور سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور اور بے بس ہوں، اور کسی کو پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔

(تفسیرِ عثمانی مع اضافہ عنوانات و تشکیلِ جدید جلد اول صفحہ ۲۹۷)

مظاہرِ حق جدید جلد اول ص ۹۷ میں ایمان کی شاخوں کے ذیل میں لکھا ہے: ''دار الحرب یا ایسے ملک سے جہاں فسق و فجور، فحاشی و بے حیائی اور منکرات و بدعات کا زور ہو، دار الاسلام کی طرف ہجرت کر جانا۔'' یعنی ایسا کرنا ایمان کی شاخ ہے۔

جب یہ حکم ان مسلمانوں کے لئے ہے جو کہ دار الحرب میں پیدا ہوئے ہوں تو ایک مسلمان کا اسلامی ملک کو چھوڑ کر دار الحرب اور دار الکفر میں رہائش اختیار کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

جہاں دیدہ شخصیت، کتاب ''جہانِ دیدہ'' کے مصنف حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنی تصنیف ''دنیا میرے آگے'' صفحہ ۳۴۸ میں لکھتے ہیں:

''اس وقت ہمارے ملک پاکستان میں بالخصوص اور اکثر اسلامی ممالک میں بالعموم ایک بڑھتا ہوا رجحان یہ ہے کہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر مغربی ملکوں میں آباد ہونا چاہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے ان ملکوں کے حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ نہ امن و امان ہے، نہ با عزت روزگار، نہ قابلیت اور محنت کی کما حقہ قدر، انصاف مفقود ہے اور بدعنوانیوں کا دور دورہ ہے۔ لوگ ان چیزوں سے گھبرا کر باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں مغربی ملکوں کا ہر سال کئی بار سفر کرتا ہوں اور وہاں کے حالات سے بفضلہٖ تعالیٰ اچھی طرح باخبر ہوں۔ میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ یہ ممالک ایک مسلمان کے مستقل قیام کے لائق ہرگز نہیں ہیں۔ کوئی مجبوری یا کوئی بلند مقصد سامنے آ جائے تو بات اور ہے۔ لیکن عام حالات میں یہاں مستقل قیام ایسی چیز نہیں جس کے لئے تگ و دو کی جائے اور ہمارے ملک اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود ایک مسلمان کے لئے بسا غنیمت ہیں۔''

آگے حضرت لکھتے ہیں (جس کا خلاصہ درج ذیل ہے):

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان ملکوں میں بے شک شہری سہولتیں یہاں سے کہیں زیادہ میسر آجاتی ہیں لیکن انسان آخری عمر تک دوسرے، تیسرے درجے کا شہری رہتا ہے اور اُسے زندگی بھر وہ مقام حاصل نہیں ہوتا جو یہاں کے اصل باشندوں کو حاصل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ شہری سہولتیں انسان کو عموماً اپنے دین، اپنی اقدار اور اپنے بچوں کی روحانی مستقبل کی قیمت پر ملتی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ بہت سے مغربی شہروں میں مساجد اور اسلامی مراکز کے قیام کے باوجود ان ملکوں کے بیشتر باشندے اذان کی آواز تک سے محروم ہیں۔ اگر کسی کے دل میں حلال حرام کی فکر موجود ہو تو اس کے لئے قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ سفر کے دوران حلال غذا کا حصول ایک مشکل مسئلہ ہے۔

(دنیا مرے آگے از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ صفحہ ۳۴۹)

۳۴۔ حبط اعمال کا چونتیسواں سبب مومن کو قتل کر کے شاداں وفرحاں ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً فَاغْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً .

ترجمہ: جس نے کسی مومن کو قتل کیا پھر اس پر خوش ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی فدیہ قبول فرمائیں گے۔

(حوالہ بالا ص ۴۲۔۴۳، بحوالہ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب تعظیم قتل المومن، حدیث نمبر ۴۲۷۰)

یہاں فاضل مترجم نے ''صرف'' کا معنٰی توبہ اور ''عدل'' کا معنٰی فدیہ کیا ہے اگر چہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے لیکن اکثر علماء ''صرف'' کا ترجمہ ''فرض'' اور ''عدل'' کا ترجمہ ''نفل'' کرتے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔ ''جس نے کسی مومن کو قتل کیا پھر اس پر خوش ہوا، اللہ تعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت کو قبول فرماویں گے اور نہ نفل''۔

۳۵۔ حبط اعمال کا پینتیسواں سبب ناحق فیصلہ کرنا:

علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب ''کتاب الکبائر'' میں اکتیسویں گناہ کبیرہ کا عنوان باندھا ہے ''برا قاضی'' اس میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''امام حاکم نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لا یقبل اللّٰہ صلوٰۃ امام حکم بغیر ماانزل اللّٰہ .**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسے حاکم کی نماز قبول نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے اتارے گئے قانون کے بغیر فیصلہ کرے۔ (کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ از مولانا محمد صدیق ہزاروی، بحوالہ المستدرک للحاکم، ص ۸۹، جلد ۴)

ایک دوسری حدیث شریف میں آتا ہے:

" جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے، وہ اللہ کے غصہ میں رہتا ہے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے۔

(فضائل ذکر از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، بحوالہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

دوسری حدیث شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمرانی قریش کا حق ہے، ان کے تم پر کچھ حقوق ہیں جس طرح تمہارے حقوق ان کے ذمے ہیں، ان حکمرانوں کو چاہیئے کہ جب ان سے رحم کی درخواست کی جائے تو وہ رعایا پر رحم کریں، اگر کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کریں، جب فیصلے کریں تو عدل وانصاف سے کام لیں، اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان پر اللہ کی، فرشتوں کی بلکہ تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

(لعنت کا مستحق ٹھہرانے والے چالیس اعمال، تالیف شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار الحماد، بحوالہ مسند امام احمد، ص ۱۲۹، ج ۳)

امام حاکم رحمہ اللہ نے ہی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں، ایک قسم کے قاضی جنت میں جائیں گے اور دوسری قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے۔ وہ قاضی جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، وہ جنت میں جائے گا۔ جس قاضی نے حق کو پہچانا اور جان بوجھ کر زیادتی کی وہ جہنم میں جائے گا اور وہ قاضی جس نے علم کے بغیر فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: جاہل کا کیا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا گناہ یہ ہے کہ اسے جب تک علم حاصل نہ ہوتا، قاضی نہیں بننا چاہیئے تھا۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ از مولانا محمد صدیق ہزاروی، ص ۲۱۰، جلد ۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر حکمران اور قاضی کو قیامت کے دن لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پل صراط پر کھڑا کیا جائے گا پھر اس کا خفیہ نامہ اعمال کھول کر لوگوں کے سامنے پڑھا جائے گا۔ اگر انصاف پر مبنی ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے عدل کی وجہ سے نجات دے گا اور اگر اس کے علاوہ صورت ہوگی تو پل صراط اسے جھاڑ دے گا اور اب اس کے ایک عضو سے دوسرے عضو تک اس قدر فاصلہ ہوگا (یعنی زیادہ فاصلہ ہوگا) پھر وہ پل اسے جہنم کی طرف تیزی سے کھینچ کر لے جائے گا۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ از مولانا محمد صدیق ہزاروی، ص ۲۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکّین .

ترجمہ: جسے قاضی بنایا گیا، اسے چھری کے بغیر ذبح کیا گیا۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ، ص ۲۱۰، بحوالہ المستدرک للحاکم، ج۔۴، ص۔۹۱)

حضرت قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاضی کو چاہیئے کہ ایک دِن فیصلہ کرے اور ایک دِن اپنے اوپر روئے۔ (کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ، ص ۲۱۰، بحوالہ المستدرک للحاکم، ج۔۴، ص۔۹۱)

۳۶۔ حبط اعمال کا چھتیسواں سبب مستقل شراب نوشی کرنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یقبل اللّٰہ لشارب الخمر صلوٰۃ مادام فی جسدہ شئ منھا .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شراب نوش کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک اس کے جسم میں اس میں سے کچھ ہو۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ از مولانا محمد صدیق ہزاروی، ص ۱۳۲، بحوالہ کنز العمال، ص ۳۶۵، ج۔۵)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مُدُ مِنُ الخَمرِ ان مَاتَ لَقِیَ اللّٰہَ کَعَابِدِ وَ ثَنٍ .

ترجمہ: ہمیشہ شراب پینے والا اگر اسی حالت میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے وقت اس کا انجام بت پرست جیسا ہوگا۔

(بربادی اعمال کے اسباب قرآن وسنت کی روشنی میں، ص ۵۴، بحوالہ مسند احمد، ص ۲۷۲، جلد۔۱)

۳۷۔ حبط اعمال کا سینتیسواں سبب بلاضرورت کتا پالنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ امسکَ كَلْباً يُنْقَصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاط" (وفِی رِوَايَةٍ قِيْرَاطَانِ) اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ كَلْبَ مَا شِيَةٍ .

ترجمہ: جو شخص کتا پالے تو اس کے نیک عمل سے ہر روز ایک قیراط (اور ایک روایت میں دو قیراط) ثواب کم کیا جائے گا، اِلّا یہ کہ کھیتی یا ریوڑ کی حفاظت کی غرض سے ہو۔

(حوالہ بالا، ص ۵۵، بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۳۸۔ حبط اعمال کا اٹھتیسواں سبب مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا:

قَالَ النبیُّ صلی اللہ علیه و سلم مَنْ تَكَلَّمَ بِكَلَامِ الدُّنْيَا فِی الْمَسْجِدِ اَحْبَطَ اللّٰهُ عَمَلَهٗ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً .

ترجمہ: فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مسجد میں دنیا کی باتیں کیں اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے نیک عمل کو نابود کریں گے۔

(لباب الاخبار باب در فضیلت مسجد، ص ۲۵، ناشر کتابخانہ احدی، میوند، کابل)

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف، ج۔۱، ص ۵۱۵ میں ہے:

" دنیاوی باتوں سے مراد ایسی باتیں ہیں جو عبث، بے فائدہ اور حد سے زیادہ ہوں اور اگر دنیاوی باتیں صرف ایک دو کلمہ تک رہیں یا اس درجہ کی نہ ہوں تو وہ اس حکم میں داخل نہیں"۔

اسی طرح کتاب "طریقہ نماز" (مرتبہ مولانا قاری صاحبزادہ محمد داؤد صاحب، خانقاہ شریف عالیہ سراجیہ مجددیہ نقشبندیہ کندیاں ضلع میانوالی) ص۔۱۷ میں لکھا ہے۔

" مسجدوں کی بے حرمتی اور بربادی کرنے والا شخص سب سے بڑا ظالم ہے۔ مسجد میں دنیا کی

باتیں کرنے سے نیکیاں اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ جلا دیتی ہے''۔ اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

'' مسجد میں لڑائی اور جھگڑا شور وغل اور اونچی آواز سے باتیں کرنے سے عمل برباد ہو جاتے ہیں اور سخت سزا دی جاسکتی ہے''۔

مسجد میں بیع وشرا سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں، جلد۔۱،ص ۳۳۰، بحوالہ ترمذی شریف)

۳۹۔ حبط اعمال کا انتالیسواں سبب خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کیا، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی عبادت خواہ فرض ہو یا نفل قبول نہیں کی جائے گی۔ (لعنت کا مستحق ٹھہرانے والے چالیس عمل، ص ۵۸۔۵۹، تالیف شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار الحماد، بحوالہ مسند امام احمد، ص ۵۱، ج۔۱)

اس کے بعد مؤلف لکھتے ہیں: '' ہمارے نزدیک جو لوگ خود کو اپنی برداری یا قوم کے علاوہ کسی دوسری برادری یا قوم کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ مذکورہ حدیث کی زد میں آتے ہیں گویا انہوں نے خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا۔''

محبطات الاجر الابتلاء :

اب تک ان چیزوں کا ذکر ہوا جو عبادات اور نیک اعمال کے اجر کو ضائع کرتے ہیں۔ اس عنوان کے تحت ان چیزوں کو ذکر کیا جائے گا جو ابتلاء یعنی آزمائش ومصیبت کے اجر کو ضائع کرتے ہیں ان میں تین چیزیں ہیں:

(ا) جزع فزع کرنا (ب) کف افسوس ملنا (ج) جاہلیت کے نعرے لگانا

(ا) جزع فزع کرنا:

عَنْ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلّم قَالَ : اِنَّ الْقَوْمَ لَیُصَا بُوْنَ بِالْمُصِیْبَۃِ

فَیَجْزَعُوْنَ وَیَهْلَعُوْنَ فَمَا یَكُوْنُ لَهُمْ مِنْ اَجْرِهَا شَیْءٌ" فَیَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَسْتَرْجِعُ فَیَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهٗ اَجْرَ مَا اَعْطَا هُمْ مِنْ تِلْكَ الْمُصِیْبَةِ .

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تحقیق ایک قوم کو مصیبت وابتلا پہنچتی ہے، پس وہ بے صبری کرتے ہیں اور گھبرا اٹھتے ہیں، اس مصیبت کی وجہ سے ان کے لئے اجر نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کی اس مصیبت کو دیکھ کر وہ اِنا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ تو اللہ عزوجل اس گزرنے والے شخص کے لئے وہ اجر لکھ دیتے ہیں جو ان لوگوں کو اس مصیبت پر دیتے۔

(گناہوں کا کفارہ ومغفرت کے اسباب، ص ۳۲۲، بحوالہ طبرانی وبیہقی)

(ب) کف افسوس ملنا:

سَأَلَ رَجُلٌ" اَلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰه علیه و سلم مَا یُحْبِطُ الْاَجْرَ فِی الْمُصِیْبَةِ ؟ فَقَالَ تَصْفِیْقُ الرَّجُلِ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شِمَالِهٖ . وَالصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضٰی وَمَنْ سَخِطَ فَعَلَیْهِ السَّخَطُ .

ترجمہ: ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مصیبت کے وقت کون سی چیز اجر کو ضائع کردیتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارنا (یعنی کف افسوس ملنا) اور صبر تو شروع صدمے کے وقت ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی ہوتی ہے اور جو ناراض ہوگیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی ناراضگی ہے۔ (گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۲۳۔۳۲۴، اخرجہ سعید ابن منصورؒ)

(ج) جاہلیت وغیرہ کے نعرے لگانا:

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ و سَلَّم لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ .

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے نعرے لگائے۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۲۴، بحوالہ بخاری ومسلم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ oثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ oثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰما فَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَامُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ oثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ oثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰماً فَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار لا الہ الا اللّٰہ، سو بار الا اللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الا اللّٰہ دو سو بار، الا اللّٰہ چار سو بار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیزتھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمِ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا الہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆